اردو زبان میں قواعد فقہیہ پر علمی کام کا تعارفی و تجزیاتی جائزہ

گل زادہ شیر پاؤ٥

تمہید

قواعد فقہیہ ایک دل چسپ اور مفید علم ہے، جس کی طرف متقدمین فقہانے تو بھرپور توجہ دی تھی، اور اب عصر حاضر میں بھی عرب دنیا میں اس موضوع پر بے تحاشا کام ہوا ہے۔ اس سلسلے میں جب پاکستان میں ہونے والے کام کا جائزہ لیا گیا تو مختلف نوعیتوں کا بہت سارا کام سامنے آیا۔ سطورِ ذیل میں پاکستان میں قواعد فقہیہ پر اُردو زبان میں ہونے والے کام کا جائزہ لیا جائے گا، مگر اس سے پہلے آغاز کلام کے طور پر قاعدے کے لغوی و اصطلاحی معنی بیان کیے جاتے ہیں۔ چناں چہ یہ مضمون دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک حصے میں قواعد فقہیہ کا تعارف پیش کیا گیا ہے، جب کہ دوسرے حصے میں قواعد فقہیہ پر اردو میں ہونے والے کام کا جائزہ لیا گیا ہے۔

حصہ اول:

قواعدِ فقہیہ کا تعارف

قاعدہ کے لغوی معنی

قاعدہ کا اصل مادہ [root] ق ع د ہے۔ یہ مادہ لغت میں ثبات واستقرار کا فائدہ دیتا ہے۔[1] ماہرینِ لغت نے اس مادے کے بارے میں متعدد الفاظ بیان کیے ہیں جو بہ ظاہر مختلف معلوم ہوتے ہیں، مگر حقیقت میں ان کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے، بلکہ غور کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس کے معنی یہی ثبات و استقرار ہیں۔

مثال کے طور کہاجاتا ہے: "قعیدۃُ الرجلِ" (یعنی اس کی بیوی)، امرأۃٌ قاعدٌ یعنی حیض، اور جماع کی ضرورت سے بالاتر عورت، القواعد من النساء یعنی وہ عورتیں جو نکاح کی ضرورت محسوس نہیں

---

٥ پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔(gulzada100@gmail.com)

۱۔ ابو الحسین احمد بن فارس بن زکریا الرازی، **معجم مقاییس اللغة**، کتاب القاف، باب القاف و العین وما یثلثهما، مادہ: قعد۔

کرتیں۔ ان سارے الفاظ میں یہی بات ملحوظ رکھی گئی ہے کہ یہ عورتیں اپنے والدین یا اولیا کے گھروں میں بیٹھ کر قرار پکڑ چکی ہیں۔(۲) اسی معنی میں قرآن کی یہ آیت آئی ہے: M 7 8 9 : : ; < = L (۳) (اور جو عورتیں جوانی سے گزری بیٹھی ہوں، نکاح کی امیدوار نہ ہوں۔)

قاعدۂ فقہیہ کے اصطلاحی معنی

قاعدہ کی اصطلاح سارے علوم میں استعمال ہوتی ہے۔ اس لیے کہ ہر علم کے اپنے قواعد ہوتے ہیں۔ جیسے: اصولی قواعد، نحوی قواعد اور قانونی قواعد؛ چناں چہ سب کے نزدیک قاعدہ وہ امر کلی ہے جو اپنی تمام جزئیات پر مشتمل ہو۔(۴) قدیم وجدید علما کے ہاں قواعد فقہیہ کی حسبِ ذیل تعریفیں کی گئی ہیں۔

۱- علامہ مَقّری کی تعریف

علامہ ابو عبداللہ المقّری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب **القواعد** میں قواعد فقہیہ کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:"كل كلي أخص من الأصول وسائر المعاني العقلية العامة، وأعم من العقود وجملة الضوابط الفقهية الخاصة." (۵) (ہر وہ کلی جو اُصول اور تمام عمومی عقلی معانی سے خاص ہو، اور عقود اور تمام مخصوص ضوابط فقہیہ سے عام ہو۔)

اس تعریف کے اگر چہ کچھ امتیازات بھی ہیں، مگر اس کے باوجود اس میں کسی حد تک تعمیم اور ابہام بھی پایا جاتا ہے۔ اس تفسیر کے بارے میں بعد کے دو فقہا ابو العباس المنجور اور ڈاکٹر محمد الروکی نے اپنا نقطۂ نظر

۲- یعقوب بن عبد الوہاب الباحسین، **القواعد الفقهية** (ریاض: مکتبۃ الرشد، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء)، ۱۴- ۱۵۔

۳- القرآن ۲۴: ۶۰۔

۴- علی بن محمد بن علی الشریف الجرجانی، **کتاب التعریفات**، تحقیق: ابراہیم الابیاری، باب القاف (بیروت: دار الكتاب العربي، ۱۴۰۵ھ)، ۱۷۷۔

۵- ابو عبداللہ محمد بن احمد المقری، **قواعد الفقه**، ت: محمد الدردابی (رباط: دار الأمان، ۲۰۱۲ء)، ۲۱۲۔

بیان کیا ہے۔ المنجور کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ ایک مجمل اور مبہم تعریف ہے۔[۶] ڈاکٹر الروکی نے اس تعریف کی کچھ وضاحت اور تفسیر بیان کی ہے اور اس کا دفاع کیا ہے۔[۷]

۲- حموی کی تعریف

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد الحموی رحمۃ اللہ علیہ قواعد فقہیہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "إنها: حكم أكثري، لاكلي، ينطبق على أكثر جزئياته لتعرف أحكامها منه." [۸] (یہ ایک اکثری حکم ہے، نہ کہ کلی، یہ اپنے اکثر جزئیات پر منطبق ہوتا ہے تاکہ اس سے اس کے احکام معلوم کیے جا سکیں۔)

یہ تعریف اس لحاظ سے ممیز ہے کہ اس میں قواعد فقہیہ کو دوسرے قواعد سے الگ کر دیا گیا ہے اور لفظ اکثری کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ قاعدہ کلی نہیں ہوتا، بلکہ اغلبی اور اکثری ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ قواعد فقہیہ میں بعض ایسے ہوتے ہیں جو اس تعریف سے شاذ ہو جاتے ہیں اور استثنائی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ مگر بعض محققین علما اس تعریف سے مطمئن نہیں ہوئے، وہ کہتے ہیں کہ بعض چیزوں کا شاذ اور مستثنیٰ ہونا قاعدے کے کلی ہونے پر کوئی اثر نہیں کرتا۔ اس کی تفصیل آگے بیان کی جا رہی ہے۔

۳- مصطفی الزرقا کی تعریف

عصر حاضر کے مشہور فقیہ علامہ مصطفی الزرقا رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "(القواعد الفقهية) هي النصوص الفقهية الدستورية التي تعبر عن أحكام كلية في بضعة ألفاظ من صيغ

۶- احمد بن علی المالکی المنجور، **شرح المنهج المنتخب إلى قواعد المذهب**، تحقیق: محمد الشیخ محمد الامین، (دار عبدالله الشنقيطي للطباعة والنشر والتوزيع، س ن)، ۱۰۹۔

۷- محمد الروکی، **نظرية التقعيد الفقهي وأثرها في اختلاف الفقهاء** (رباط: منشورات كلية الآداب والعلوم الإنسانية، ۱۹۹۴ء)، ۴۹- ۵۱۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الباحسین، مرجع سابق، ۴۰- ۴۴۔

۸- السید احمد بن محمد الحموی، الحنفی، **غمز عيون البصائر شرح الأشباه والنظائر** (بيروت: دار الكتب العلمية، ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء)، ۱: ۵۱۔

العموم." (۹) ([قواعد فقہیہ] وہ فقہی نصوص ہیں جو دستوری حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ چند الفاظ پر مشتمل ہوتی ہیں اور عمومی الفاظ کے ساتھ بعض کلی احکام سے تعبیر کرتی ہیں۔)

۴۔ علی احمد الندوی کی پہلی تعریف

استاذ علی احمد الندوی نے ان تمام تعریفوں کو ذکر کرنے کے بعد اپنے طور پر دو تعریفیں پیش کی ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم قاعدے کی تعریف ان الفاظ میں بھی کر سکتے ہیں۔ ان میں سے ایک تعریف یہ ہے: "إنها حكم شرعي في قضية أغلبية يتعرف منها أحكام ما دخل تحتها." (۱۰) (یہ وہ حکم شرعی ہے جو کسی غالب تر مسئلے میں لگایا جائے اور اس سے ان احکام کو معلوم کیا جائے جو اس مسئلے کے تحت آتے ہیں۔)

سابقہ تعریفوں کا مقام

یہ تعریف اگرچہ زیادہ بہتر ہے، مگر اس کے باوجود یہ ممکن نہیں کہ ہم پچھلی تعریفوں کو، جن میں لفظ 'کلیہ' آیا ہے، نظر انداز کریں، اس کی کئی وجوہات ہیں:

۱۔ باقی علوم کے قواعد بھی شذوذ اور استثنا سے خالی نہیں ہوتے۔ اور یہ شذوذ واستثنا اُن قواعد کی قدر کو کم نہیں کرتا۔ چناں چہ قاعدہ یاد کرنے کے ساتھ شذوذ واستثنا والے امور کو بھی یاد کر لیا جاتا ہے اور مسئلہ ہر پہلو سے مکمل ہو جاتا ہے، البتہ عقلی قواعد میں شذوذ واستثنا نہیں ہوتا۔

۲۔ قواعد فقہیہ میں بھی بعض قواعد ایسے ہیں جن میں شذوذ نہیں ہوتا، یا بہت کم ہوتا ہے۔ جیسے پانچ بنیادی قواعد؛ چناں چہ اس صورت میں تعریف کے الفاظ میں اغلبیت کا لفظ لانا ضروری نہیں۔

۳۔ بعض مالکی فقہا نے یہ جو کہا ہے کہ فقہ کے اکثر قواعد اغلبی ہیں، اس میں یہ اشارہ ہے کہ تھوڑے سے قواعد ایسے بھی ہیں جو صفت کلیت کے قریب ہیں۔ اسی بات کی طرف علامہ حموی رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: "القواعد الكلية، القواعد التي لم تدخل قاعدة منها تحت قاعدة أخرىٰ، لا الكلية بمعنى الصدق على جميع الأفراد بحيث لا يخرج فرد." (۱۱)

۹۔ مصطفیٰ محمد الزرقا، **المدخل الفقهي العام** (دمشق: دار القلم، ۱۹۹۸ء)، ۹۶۷۔

۱۰۔ علی احمد ندوی، **القواعد الفقهية**، (دمشق: دار القلم، ۱۹۹۸ء)، ۴۳۔

۱۱۔ احمد بن محمد الحموی، **غمز عيون البصائر شرح الأشباه والنظائر** (بیروت: دار الكتب العلمية، ۱۹۸۵ء)، ۱: ۸۷۔

(قواعد کلیہ وہ قواعد ہیں کہ ان میں سے کوئی قاعدہ کسی اور قاعدے کے نیچے نہیں آتا۔ اس کی کلیت اس معنی میں نہیں ہے کہ یہ اپنے تمام افراد پر صادق آتا ہے اور اس کا کوئی فرد بھی اس سے خارج نہیں ہوتا۔)

۴- زیر بحث مسئلے میں سب سے اہم توجیہ یہ ہے کہ قواعد فقہیہ کی تعریف میں جو لفظ 'کلیہ' آتا ہے، اس سے مراد کلیتِ شمول نہیں، بلکہ کلیت نِسبی ہے۔

۵- چوں کہ شارع کا مقصد مخلوق کو کچھ عمومی قواعد کے ساتھ منضبط کرنا تھا، اور اللہ تعالیٰ کی سنت جن قواعد پر جاری ہے وہ قواعد عامہ نہیں تھے بلکہ اکثریہ تھے اور شریعت بھی اسی وضع کے ساتھ وضع کی گئی ہے، اس لیے قابل توجہ امر یہ تھا کہ قواعد کو عموم کلی پر جاری نہ کیا جائے، جس سے کوئی بھی جزئیہ خارج نہیں ہوتا، بلکہ عموم عادی پر جاری کیا جائے، جس سے بعض جزئیے خارج بھی ہوجاتے ہیں۔ (۱۲)

علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اس رائے کی تائید کرتا ہے، وہ فرماتے ہیں: "إن الأمر الكلي إذا ثبت، فتخلّف بعض الجزئيات عن مقتضى الكلي لا يخرجه عن كونه كليا، وأيضًا فإن الغالب الأكثري معتبر في الشريعة اعتبار العام القطعي." (۱۳) (ایک امر کلی جب ایک بار ثابت ہوتا ہے اور پھر کچھ جزئیات اس کلی کے مقتضا سے رہ جاتے ہیں تو یہ اس کلی کو اپنی کُلّیت سے نہیں نکالتا۔ یہ بھی ہے کہ جو چیز غالب اور اکثری ہو وہ شریعت میں اسی طرح معتبر ہوتی ہے جیسے وہ عام اور قطعی ہو۔)

۶- جو چیزیں جزوی طور پر احاطے میں نہیں آتیں، ان سے کوئی دوسرا کلی ضابطہ نہیں بنتا جو اس ثابت شدہ کلی کا مدمقابل بن سکے۔ اس بات کو علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان کیا ہے: "لأن المتخلّفات الجزئية لا ينتظم منها كلي يعارض هذا الكلي الثابت." (۱۴) (اس لیے کہ جزوی طور پر رہ جانے والی چیزوں سے کوئی اور کلی وجوہ میں نہیں آتی، جو اُس پہلے کلی کا مدمقابل بنے۔)

۱۲- محمد صدقی البورنو، **موسوعة القواعد الفقهية** (طن، س ن، (ن م))، ۱: ۲۳-۲۴۔

۱۳- ابراہیم بن موسیٰ اللخمی الشاطبی، **الموافقات**، تحقیق: الشیخ عبداللہ دراز (بیروت: دارالفکر الغربي)، ۲: ۵۲۔

۱۴- الشاطبی، مصدرِ سابق، ۲: ۵۲۔

جو کلیات استقرائی طور پر وجود میں آتے ہیں ان کی یہی حالت ہوتی ہے۔ البتہ عقلی کلیات میں یہی تصور کیا جاتا ہے کہ اگر بعض جزئیات اپنے کلی سے نکل گئے تو یہ اس کے کلی ہونے کو متاثر کر دیتا ہے۔ علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "فالكليات الاستقرائية صحيحة وإن تخلف عن مقتضاها بعض الجزئيات." [۱۵] (استقرائی کلیات صحیح ہوتے ہیں، اگرچہ بعض جزئیات اس کے مقتضا سے نکل بھی جائیں۔)

اس کی مثال اس طرح ہے جیسے مختلف جانوروں کا استقرا کر کے کوئی آدمی یہ قاعدہ بنالے کہ ''ہر جانور کھانے کے وقت اپنے زیریں جبڑے کو حرکت دیتا ہے۔'' لیکن مگر مچھ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بالائی جبڑے کو حرکت دیتا ہے۔ تو یہ بات مذکورہ قاعدے کی کلیت کو متاثر نہیں کرتی، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ''ہر جانور کھانے کے وقت زیریں جبڑے کو حرکت دیتا ہے سوائے مگر مچھ کے۔''

معلوم ہوا کہ عموم عادی، جس کا انحصار استقرا پر ہے، اس بات کو لازم نہیں کرتا ہے کہ کوئی جزئیہ قاعدۂ کلیہ سے باہر نہ ہو بلکہ عموم عقلی اس بات کو لازم کرتا ہے کہ کوئی جزئیہ اس سے باہر نہ ہو۔ اس لیے کہ عقلیات کا طریقہ بحث و نظر اور غور و فکر ہوتا ہے، جب کہ شرعیات کا طریقہ استقرا ہے اور اس سے کسی جزئیہ کا نکل جانا اس کے کلی ہونے پر کوئی اثر نہیں ڈالتا۔

۷- ایک اور پہلو سے دیکھیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اگر کوئی مسئلہ ایک کلیہ کے حکم سے خارج ہو گیا تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ یہ مسئلہ کسی اور کلیہ کے حکم میں داخل ہو گا۔ اس طرح گویا کہ ایک مسئلے میں دو قاعدوں کے درمیان تعارض ہوا اس صورت میں ایک قاعدہ سے کسی جزئیہ کا مستثنیٰ ہونا اس کی کلیت کو متاثر نہیں کرتا، اور نہ یہ قاعدہ اس جزئیے کو کسی اور قاعدے کے تحت درج ہونے سے روکتا ہے۔

معلوم ہوا کہ قاعدہ کا لفظ اس سے عام ہے کہ وہ کلیہ ہے یا اکثریہ۔ اس کی طرف علامہ ابوسعید خادمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب **مجامع الحقائق** میں اشارہ کیا ہے۔[۱۶]

۱۵- الشاطبی، مصدرِ سابق، ۲: ۵۳۔

۱۶- ابوسعید محمد بن مصطفیٰ الخادمی، الحنفی، **مجامع الحقائق للخادمي مطبوع مع شرح له منافع الحقائق** (قسطنطینیہ: المطبعة العامرة، ۱۳۰۸ھ)، ۳۰۵۔

۵- ڈاکٹر علی احمد ندوی کی دوسری تعریف

استاذ علی احمد ندوی نے ایک اور تعریف بھی کی ہے اور اس کو سب سے اہم قرار دیا ہے۔ اس کے بارے میں انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ تعریف انھوں نے اپنے استاد اور عصر حاضر کے معروف فقیہ علامہ مصطفی الزرقا کے افادات سے اخذ کی ہے۔ وہ تعریف یہ ہے: "أصل فقهي كلي يتضمن أحكاما تشريعية عامة من أبواب متعددة في القضايا التي تدخل تحت موضوعه.[۱۷] (قاعدہ فقہیہ وہ فقہی کلی بنیاد ہے جو مختلف ابواب کے کچھ عمومی قانونی احکام کو اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہوتا ہے، اور اس کا تعلق ان مسائل سے ہوتا ہے جو اس کے موضوع کے تحت داخل ہوتے ہیں۔)

۶- ڈاکٹر احمد بن عبد اللہ بن حمید کی تعریف

موصوف نے علامہ مقری کی کتاب **القواعد** کی تحقیق کرتے ہوئے اس کے مقدمے میں مختلف تعریفوں کو نقل کرنے کے بعد اپنی طرف سے ایک تعریف کی ہے اور اس کو جامع مانع قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:"حكم أغلبي يتعرف منه حكم الجزئيات الفقهية مباشرة." [۱۸] (یہ ایک اغلبی حکم ہوتا ہے جس سے جزئیات کا حکم براہِ راست معلوم ہوتا ہے۔)

۷- ڈاکٹر محمد الروکی کی تعریف

"حكم كلي مستند إلى دليل شرعي مصوغ صياغة تجريدية محكمة، منطبق على جزئياته على سبيل الإطراد، أو الأغلبية." [۱۹](ایسا حکم کلی جو کسی دلیل شرعی کی سند سے مستند ہو، انتہائی دوٹوک الفاظ پر مشتمل ہو اور اپنے جزئیات پر بطورِ اطراد یا اغلبیت منطبق ہو۔)

۱۷- علی احمد ندوی، **القواعد الفقهية**، ۴۵۔

۱۸- احمد بن عبداللہ بن حمید، **مقدمة التحقيق لكتاب القواعد للمقري** (معهد البحوث العلمية وإحياء التراث الإسلامي، س ن)، ۱: ۱۰۷۔

۱۹- الروکی، **نظرية التقعيد الفقهي**، ۴۶۔

۸- ڈاکٹر محمد بن عبد الغفار الشریف کی تعریف

"قضية شرعية عملية كلية يتعرف منها أحكام جزئياتها."[۲۰] (ایسا شرعی، عملی اور کلی قضیہ جس سے اس کے جزئیات کے احکام معلوم ہو سکیں۔)

۹- یعقوب الباحسین کی تعریف

"قضية كلية شرعية عملية جزئياتها قضايا كلية شرعية عملية."[۲۱] (ایسا شرعی اور عملی قضیہ کلیہ جس کے جزئیات بھی عملی اور شرعی قضایا کلیہ ہوں۔)

دوسری تعریف میں انھوں نے شرعیہ عملیہ کی جگہ فقہیہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔

قواعد فقہیہ پر اردو میں ہونے والا کام

اردو میں قواعد فقہیہ پر ہونے والے کام کی مختلف جہتیں ہیں۔ اس موضوع پر اردو میں مستقل کتابیں بھی لکھی گئی ہیں۔ کچھ تحقیقی مقالات بھی سامنے آئے ہیں۔ کچھ کتابوں میں ضمنی طور پر قواعد فقہیہ کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ قواعد فقہیہ سے متعلق بعض کتابوں کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ ذیل میں مختلف عنوانات کے تحت موضوع کا احاطہ کیا جائے گا۔

الف- کتب

۱- **اِرشادُ اُصول الفقہ**، مولانا منظور احمد[۲۲]

پاکستان میں قواعد فقہیہ پر لکھی جانے والی کتب میں یہ کتاب ایک اچھا اضافہ ہے۔ کتاب کے نام سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ قواعد فقہیہ کی کتاب ہے۔ بلکہ یہ اصول فقہ کی کتاب لگتی ہے۔ مؤلف اپنے پیش لفظ میں قواعد فقہیہ کی اہمیت اور پس منظر بیان کرنے کے بعد کتاب کے مضامین کے بارے میں لکھتے ہیں:

۲۰- صلاح الدین خلیل کیکلدی العلائی الشافعی، **المجموع المذهب في قواعد المذهب**، مقدمہ: محمد بن عبد الغفار بن عبدالرحمان (کویت: وزارة الأوقاف و الشؤون الإسلامية)، ۱: ۳۸۔

۲۱- الباحسین، **القواعد الفقهية**، ۵۴۔

۲۲- منظور احمد، **اِرشاد اُصول الفقہ** (لاہور: جامعہ دار العلوم الاسلامیہ، ۲۰۰۷ء)۔

موضوع سے متعلق چند اہم عنوانات (مثلاً قواعد اصول فقہ کی ابتدا و ارتقا، فقہی قواعد کی تدوین کا طریق کار، تعداد حنفی اصول فقہ، قواعد فقہ کی قانونی حیثیت، اصول فقہ کے موجد و مدونِ اول، ۹۹ قواعد اصول فقہ کی تشریح، صحابہ وائمہ مجتہدین کے مابین فروعی مسائل میں اختلاف کے اسباب وغیرہ وغیرہ) کی تشریح کی کوشش کی ہے۔[۲۳]

کتاب کے شروع میں ایک مقدمہ دیا گیا ہے جس میں قواعد اصولِ فقہ کی ابتدو ارتقا، فقہی قواعد کی تدوین کا طریق کار، تعریف قاعدہ کلیہ، حنفی اصول فقہ، حنفی اصول فقہ کی تعداد، قواعد فقہ کی قانونی حیثیت اور اصول فقہ کے موجد و مدوّنِ اول کے عنوانات زیر بحث لائے گئے ہیں۔

مقدمہ کے بعد کتاب تین حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ حصہ اول (جس کا فہرست میں تذکرہ نہیں کیا گیا) قواعد فقہیہ کے بیان پر مشتمل ہے، جس میں قاعدے کے عربی الفاظ، آسان اردو ترجمہ، مختصر تشریح اور چند مثالیں پیش کی گئی ہیں۔

زیادہ تر قواعد **مجلة الأحكام العدلية** سے لیے گئے ہیں۔ اگر چہ حوالہ جات کا اہتمام نہیں کیا جاسکا۔ مگر بعض قواعد یا ان کے الفاظ **مجلة** کے مطابق نہیں ہیں۔ مثلاً **مجلة** کے قاعدہ نمبر ۸۴ کے الفاظ یہ ہیں:
"المُوَاعِيدُ بِاكْتِسَابِ صُوَرِ التَّعَالِيقِ تكُونُ لَازِمَةً." [۲۴][۲۵]

اس کتاب میں قاعدہ نمبر ۹۷ یہ ہے: "المُوَاعِيدُ بصُورَةِ التَّعلِيقِ تكُونُ لَازِمَةً۔"[۲۶]

اس کتاب کا قاعدہ نمبر ۹۹ للأكثر حكم الكل ہے،[۲۷] جو **مجلة الأحكام** میں موجود نہیں ہے۔

اسی طرح اس کتاب کا قاعدہ نمبر ۸۸ "الإسلام يجِبُّ ما قبله." [۲۸] ہے، جس کا ترجمہ مؤلف نے یہ کیا ہے: ''کسی غیر مسلم کا اسلام قبول کرنا زمانہ کفر کے تمام (حقوق العباد کے علاوہ) قابل گرفت امور کو ختم کر دیتا ہے۔'' یہ قاعدہ بھی **مجلة الأحكام** میں درج نہیں ہے۔

۲۳- نفس مرجع، ۱۸۔

۲۴- نفس مرجع، ۱۸۔

۲۵- **مجلة الأحكام العدلية**، (کراچی: نور محمد کتب خانہ)، ۲۶۔

۲۶- منظور احمد، مرجع سابق، ۱۳۵۔

۲۷- مرجع سابق، ۱۳۶۔

۲۸- مرجع سابق، ۱۲۴۔

حصہ اوّل کے آخر میں ۹۹ قواعد کی فہرست مع ترجمہ دی گئی ہے، تاکہ یاد کرنے میں آسانی ہو۔ مگر دیکھا گیا ہے کہ اس فہرست میں غلطیاں رہ گئی ہیں، جس کی وجہ سے طالب علم قاعدوں کو غلط الفاظ کے ساتھ یاد کرے گا۔ مثلاً قاعدہ نمبر ۸۲ "ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب" میں لا کی جگہ لم لکھا گیا ہے۔[۲۹] حصہ دوم میں مؤلف نے فروعی مسائل میں اختلاف کے اہم اسباب بیان کرتے ہوئے سترہ (۱۷) اسباب کا ذکر کیا ہے۔

حصہ سوم متفرق قواعد، اصولی باتوں اور فوائد پر مشتمل ہے، جس میں سترہ قواعد، چار اصولی باتیں اور آٹھ فوائد ذکر کیے گئے ہیں۔ اس حصے میں مذکور قواعد، اصولی باتوں اور فوائد کا تعلق واقعی فقہی مسالک کے اختلاف کے بجائے دیوبندی بریلوی اور اہل حدیث کے اختلاف کے ساتھ ہے۔

تھوڑے عرصے میں اس کتاب کے کئی ایڈیشن شایع ہوئے ہیں۔ ابتدائی اشاعتوں میں کتاب کی طباعت اور کاغذ کا معیار بہت اعلیٰ ہے، مگر صفحہ سازی میں احتیاط سے کام نہیں لیا گیا جس کی وجہ سے کہیں کہیں عنوانات اور متن ایک دوسرے کے اوپر آگئے ہیں۔ چند صفحات میں تقدیم و تاخیر بھی ہے۔ بعد میں سادہ کاغذ پر ایک رنگ میں طبع ہوئی ہے۔ طبع اول جنوری ۲۰۰۷ء سے طبع ہشتم جون ۲۰۱۲ء تک تقریباً گیارہ ہزار کی تعداد میں چھپ چکی ہے۔

۲- **اسلامی قانون کے کلیات**، ڈاکٹر عبد المالک عرفانی[۳۰]

ڈاکٹر عبد المالک عرفانی پاکستان کے دینی قانونی ادب میں نام ور شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ عربی اور علوم اسلامیہ میں ماسٹر اور ہائی کورٹ کے وکیل تھے۔ ۲۶/ اگست ۱۹۹۸ء کو راولپنڈی میں وفات پائے۔ اردو کے قانونی ادب پر ان کی کئی کتابیں ہیں جن میں سے ایک **اسلامی قانون کے کلیات** ہے۔ اس کے بارے میں جسٹس تنزیل الرحمٰن اپنی کتاب کلیات شریعت میں لکھتے ہیں:

> یہ اس موضوع پر اردو زبان میں پہلی مستقل کتاب ہے۔ الحمد للہ عرفانی صاحب نے اس کتاب میں ۲۰۱ قواعد کلیہ کو جمع کیا ہے۔ مگر ان قواعد کی تشریح انتہائی مختصر اور ناکافی ہے۔ بہر حال عرفانی صاحب کی کوشش اس لحاظ سے قابل

۲۹- مرجع سابق، ۱۴۸۔

۳۰- عبد المالک عرفانی، **اسلامی قانون کے کلیات** (لاہور: قانونی کتب خانہ، س ن) ۔

داد ہے کہ انھوں نے غیر عربی دان قانون پیشہ افراد کو اسلامی قانون کے قواعد کلیہ سے کم از کم آگاہ اور واقف تو کرادیا۔[۳۱]

مؤلف نے کتاب میں قواعد کی ترتیب حروف تہجی کے لحاظ سے قائم کی ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب اردو میں اسلامی قانون کا انسائیکلوپیڈیا کہلانے کی مستحق ہے، اگرچہ انھوں نے کچھ قواعد کو مختلف وجوہات کی بنا پر چھوڑ دیا ہے، وہ اپنے دیباچے میں لکھتے ہیں:

بعض کلیات کو قرآن کریم کے مزاج کے خلاف سمجھ کر چھوڑ دیا گیا ہے۔۔۔ بعض کا تعلق معاملات سے برائے نام تھا اور وہ زیادہ تر عبادات سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کو بھی چھوڑ دیا گیا ہے۔۔۔ بعض کلیات کو اس وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ آج کل کے حالات میں قابل عمل نہیں رہے۔۔۔ بعض کلیات کو اس لیے ترک کیا گیا ہے کہ وہ کلیہ کی شرائط پر پورے نہیں اُترتے تھے۔[۳۲]

قواعد کی مختصر تشریح کی بنا پر اس کی افادیت میں یقیناً کمی آئی ہے جیسا کہ جسٹس تنزیل الرحمٰن نے اس پر تبصرہ کیا ہے، مگر مؤلف کا دعویٰ ہے کہ "اب اسلامی قانون کے یہ کلیات عدلیہ اور وکلا کے علاوہ ماہرین قانون اور طلباے قانون کے لیے قابل فہم اور جدید ترین حالات میں بھی قابل نفاذ بنادیے گئے ہیں۔"[۳۳]

۳- **اسلامی نظریۂ ضرورت**، ڈاکٹر عبدالمالک عرفانی[۳۴]

یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول کا عنوان 'حالت ضرورت' ہے۔[۳۵] اس میں ضرورت، اضطرار، اکراہ، ضرر، مشقت، حاجت اور اس طرح کی چند دیگر اصطلاحات اور ان سے متعلقہ قواعد نقل کرکے ان کی مختصر تشریح اور عملی مثالیں دی گئی ہیں۔

۳۱- تنزیل الرحمن، **کلیات شریعت** (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء)، ۱۱- ۱۲۔

۳۲- عرفانی، مرجع سابق، ۷۔

۳۳- نفس مرجع، ۷۔

۳۴- عبدالمالک عرفانی، **اسلامی نظریۂ ضرورت**، (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، ۲۰۰۱ء)۔

۳۵- باب کا یہ عنوان فہرست میں تو ہے، مگر کتاب کے اندر جہاں باب شروع ہو رہا ہے، وہاں نہ باب کا لفظ درج ہے اور نہ یہ عنوان دیا گیا ہے۔

بہ طورِ مثال 'حالتِ ضرورت کا تقاضا' کے عنوان کے تحت قاعدہ الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں ممنوع امور کو مباح کرتی ہیں۔) نقل کیا ہے اور پھر 'حالت ضرورت کی شرائط' کے عنوان سے اس قاعدے کے فروعی قواعد کا تذکرہ کیا ہے۔ اسی طرح 'ضرر' کے عنوان کے تحت الضرر یزال[۳۶] (ضرر کا ازالہ ضروری ہے) کا قاعدہ نقل کرکے اس کے فروعی قواعد ذکر کیے گئے ہیں۔ مشقت کے عنوان کے تحت دو قاعدے المشقة تجلب التيسير.[۳۷] اور الأمر إذا ضاق اتسع.[۳۸] نقل کیے گئے ہیں۔ حاجت کے ضمن میں ایک قاعدہ الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة كانت أو خاصة[۳۹] نقل کرکے اس کی تشریح کی گئی ہے۔

باب دوم میں ضرورت کی فقہی تطبیقات بیان کی گئی ہیں اور اس کی مختلف مثالیں دی گئی ہیں۔

تیسرا باب نظریۂ ضرورت اور وسائل اجتہاد کے بیان میں ہے۔ اس میں اجتہاد، قیاس، استحسان، استصلاح اور دیگر اصولی اصطلاحات کا تعارف اور اُن کی شرعی حیثیت بیان کرتے ہوئے عرف کے ضمن میں العادة محكّمة[۴۰] اور اس کے فروعی قواعد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

چوتھا باب نظریہ ضرورت اور معاشرہ کے عنوان سے ہے۔ اس میں مذہب، اخلاق، عمل ارتقا اور حکومت سے متعلق ضرورت کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

پانچویں باب میں مغربی قانون میں نظریہ ضرورت سے بحث کی گئی ہے۔ اس طرح یہ کتاب اسلامی فقہ کے قواعد میں سے الضروريات تبيح المحظورات کی ایک ایسی شرح ہے جو اپنے دائرہ کار اور موضوع کے اعتبار سے بہت جامع ہے، بلکہ اس میں مغربی قانون کے ساتھ بھی تقابل کیا گیا ہے۔

۳۶- **مجلة الأحكام**، مادہ: ۲۰

۳۷- نفسِ مصدر، مادہ، ۱۷۔

۳۸- نفسِ مصدر، مادہ، ۱۸۔

۳۹- نفسِ مصدر، مادہ، ۳۲۔

۴۰- نفسِ مصدر، مادہ، ۳۶۔

۴- عرف وعادت اسلامی قانون کی نظر میں، ساجد الرحمٰن صدیقی[۴۱]

یہ کتاب عرف وعادت پر ایک مستقل کتاب ہے، مگر اس کو قاعدہ کلیہ العادة محكمة کی مفصل تشریح قرار دیا جاسکتا ہے۔ تقریباً ڈیڑھ سو صفحات کی یہ کتاب ابواب وفصول سے خالی ہے۔ البتہ اگر بڑے بڑے عنوانات کو باب سمجھا جائے تو اس کے سات ابواب قرار پاتے ہیں، جن کی ترتیب یوں بنتی ہے:

۱- (عرف کے) لغوی معنی اور ماخذ قانون ہونے کا پس منظر

۲- قرآن وسنت سے استدلال

۳- عرف وعادت اور فقہ اسلامی

۴- عرف کی شرائط اور اقسام

۵- عرف اور ادلۂ شرع میں تعارض

۶- عرف اور تغیر زمان

۷- عرف وعادت سے متعلق قواعد کلیہ

آخری عنوان کے تحت پہلے قواعد کلیہ کا مفہوم، تاریخی پس منظر، اور قواعد کلیہ پر تصانیف کا مختصر تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور پھر عرف وعادت سے متعلق گیارہ قواعد درج کرکے مجلة الأحكام العدلية میں اس کا نمبر دے دیا گیا ہے۔ قواعد کا ترجمہ ضروری نہیں سمجھا گیا۔

۵- فقہ حنفی کے اساسی قواعد، محمد انور گھالوی[۴۲]

۲۴۰ صفحات اور ۱۰۰ قواعد پر مشتمل یہ کتاب بہ ظاہر مجلة الأحكام العدلية کے پہلے سو قواعد کی تشریح لگتی ہے، مگر بہ غور پڑھنے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب بجا طور پر اردو میں قواعد فقہیہ کی ایک مستقل کتاب ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ ایک تو اس کی ترتیب **مجلة** سے بڑی حد تک مختلف ہے، اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ اس میں **مجلة** کے علاوہ بھی بہت سے قواعد لائے گئے ہیں۔ شروع میں پانچ بنیادی قواعد ذکر کیے گئے ہیں اور اس کے بعد کسی منطقی ترتیب کے بغیر مختلف قواعد پیش کیے گئے ہیں۔

۴۱- ساجد الرحمٰن صدیقی، **عرف وعادت اسلامی قانون کی نظر میں** (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء)۔

۴۲- محمد انور گھالوی، **فقہ حنفی کے اساسی قواعد** (لاہور: زاویہ ٹریڈرز)۔

مجلة الأحكام کے علاوہ جو قواعد اس کتاب میں درج ہیں، ان میں سے چند بہ طورِ مثال ملاحظہ ہوں:

قاعدہ نمبر ۱۲، "الحكم يتبع المصلحة الراجحة." [۴۳] (حکم، راجح مصلحت کے تابع ہوتا ہے۔)

قاعدہ نمبر ۱۸، "تخصيص العام بالنية مقبولة ديانة لا قضاء." [۴۴] نیت کے ذریعے عام کی تخصیص دیانتاً تو قابل قبول ہے، مگر فیصلے میں اس کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

یہ قاعدہ **مجلة** میں نہیں ہے، مگر اس کا **مجلة** میں درج نہ ہونا **مجلة** کے لیے کوئی عیب نہیں ہے، اس لیے کہ **مجلة** میں زیادہ تر وہ قواعد ذکر کیے گئے ہیں، جو اصطلاحی معنی میں قواعد فقہیہ ہوتے ہیں۔ جب کہ یہ قاعدہ اصولیہ ہے۔

اس کتاب کے کچھ قواعد ایسے ہیں جو **مجلة** میں بھی موجود ہیں مگر یہاں ان کے الفاظ مختلف ہیں۔ اس طرح کے چند قواعد حسب ذیل ہیں:

قاعدہ نمبر ۱۵ "البينة على من ادعىٰ واليمين على من أنكر." [۴۵] (گواہ پیش کرنا اس کے ذمے ہے جو دعویٰ کرے اور قسم اس کا کام ہے جو انکاری ہے۔)

مجلة میں یہ قاعدہ ان الفاظ میں نہیں ہے، بلکہ وہاں اس کے الفاظ الْبَيِّنَةُ لِلْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ ہیں اور اس کا نمبر ۷۶ ہے۔

مؤلف کا انداز یہ ہے کہ پہلے قاعدے کے الفاظ لکھتے ہیں، اس کے بعد ترجمہ اور اس کی مثالیں ترتیب کے ساتھ رومن ہندسوں میں درج کرتے ہیں۔

قاعدے کی تشریح کرتے ہوئے مؤلف متعلقہ اصطلاحات کی وضاحت کرتے ہیں۔ مثلاً قاعدہ نمبر ۴۳ "لا اجتهاد عند ظهور النص"، [۴۶] میں اجتہاد کی تعریف، اور اجتہاد کی تائید میں آیات واحادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

۴۳۔ گھالوی، نفس مرجع، ۵۶۔

۴۴۔ نفسِ مرجع، ۷۲۔

۴۵۔ نفسِ مرجع، ۶۴۔

۴۶۔ نفسِ مرجع، ۱۱۰۔

اسی طرح عادت والے قاعدے میں عادت کی تعریف، شرائط اور احکام تفصیل سے بیان کیے ہیں۔

قاعدے کی تائید کے لیے آیات واحادیث سے دلائل پیش کرتے ہیں۔

اس کتاب کا ایک بڑا نقص یہ ہے کہ قواعد کا حوالہ دینے کی زحمت گوارا نہیں کی گئی، کہ اصل کی طرف رجوع کرنا آسان ہوتا۔

مجلة کی ترتیب بدلنے سے ایک نقص یہ بھی پیدا ہوا ہے کہ ایک موضوع سے متعلق مختلف قواعد کتاب کے مختلف مقامات پر بکھر گئے ہیں۔ بہ طورِ مثال قاعدہ اليقين لا يزول بالشک قاعدہ نمبر ۳ ہے۔ الأصل بقاء ما كان على ما كان. قاعدہ نمبر ۲۰ ہے۔ من شک هل فعل شيئا أم لا فالأصل أنه لم يفعل. (قاعدہ نمبر ۴۷) من تيقن الفعل ـ ـ ـ قاعدہ نمبر ۴۸۔

قواعد کی تشریح میں کہیں کہیں **فقه الإسلام** کے حوالے دیے گئے ہیں، جس کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا کہ کس کی کتاب ہے۔

۶۔ **فقہ حنفی کے اصول وضوابط**، مولانا محمد زید مظاہری[۴۷]

یہ کتاب قواعد فقہیہ پر کوئی طبع زاد تالیف نہیں، بلکہ جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے، یہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ سے ماخوذ ہے۔ یہ کتاب پہلے ہندوستان سے چھپی تھی۔ بعد میں کراچی میں اس کی طباعت کے موقع پر جامعۃ الرشید کے مفتی احسان اللہ شایق نے اس کی نظر ثانی کا فریضہ انجام دیا۔[۴۸]

وہ حروفِ چند کے عنوان سے اپنے معروضات میں لکھتے ہیں:

> زیر نظر کتاب ''فقہ حنفی کے اصول وضوابط'' حضرت (تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) کے مواعظ وملفوظات سے چنا ہوا جواہر پاروں کا ایک مجموعہ ہے جس میں فقہ حنفی کے ایسے اصول وضوابط ہیں جو عام طور پر درسی پڑھائی جانے والی اصولہ فقہ کی کتابوں میں موجود نہیں۔ البتہ فقہ حنفی کے قواعد کی بڑی کتابوں میں موجود ہیں۔ لیکن ان عربی کتابوں سے استفادہ ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں۔[۴۹]

پھر اپنی نظر ثانی کے کام کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

۴۷۔ محمد زید مظاہری، (مرتب) **فقہ حنفی کے اصول وضوابط**، (منتخب از مواعظ وملفوظات مولانا اشرف علی تھانویؒ) (کراچی: زم زم پبلشرز، جون ۲۰۰۳ء)۔

۴۸۔ نفسِ مرجع، ۴۔

۴۹۔ نفسِ مرجع، ۳-۴۔

میں نے اپنی علمی بساط کے مطابق اس کی نظر ثانی کی اور کتاب کو بہت ہی عمدہ پایا۔ اس میں بعض مواضع میں قارئین کی سہولت کے پیش نظر فارسی عبارات کا اردو ترجمہ کیا گیا۔ اسی طرح بعض احادیث کا بھی ترجمہ کر دیا گیا ہے اور بعض مشکل الفاظ کی بین القوسین آسان الفاظ میں تشریح کر دی گئی ہے۔[۵۰]

یہ کتاب نو(۹) ابواب میں مرتب کی گئی ہے:

- پہلے باب میں فقہ کا عمومی تعارف پیش کیا گیا ہے۔
- دوسرا باب دلائل شرعیہ کے بیان میں ہے۔
- تیسرے باب کو احکام کے مباحث کے لیے مختص کیا گیا ہے۔
- چوتھے باب کا عنوان متفرق قواعد ہے۔ یہی باب ہمارے موضوع سے متعلق ہے۔ اس میں کسی خاص ترتیب کے بغیر مختلف شرعی اور فقہی قواعد کو جمع کیا گیا ہے۔
- پانچویں باب میں اباحت وندب اور مصالح ومفاسد کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔
- چھٹا باب سنت کے بیان میں ہے۔
- ساتویں باب کا عنوان اصول بحث ہے۔ ان تینوں ابواب میں قواعد فقہیہ بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔
- آٹھواں باب تعریفات کے بیان میں ہے جس میں مختلف فقہی اور دینی اصطلاحات کی وضاحت کی گئی ہے۔ جیسے اسلام، مشرک، فتنہ، اسراف، رشوت، وغیرہ۔
- نواں باب فروق کے بیان میں ہے جس میں ملتے جلتے الفاظ واصطلاحات کے درمیان فرق واضح کیا گیا ہے۔ جیسے علت وحکمت، تقلید وبیعت، کشف وفراست، خواب والہام، تاویل وتحریف، تملیک واباحت وغیرہ۔
- آخری دو ابواب بہت اہم فوائد پر مشتمل ہیں، مگر ترتیب میں کسی اصول اور ضابطہ کا خیال نہیں رکھا گیا ہے۔ بہر حال کتاب بحیثیت مجموعی ایک بہت مفید کاوش ہے۔

۷- **قواعد الفقہ**، مولانا محمد نعمان[۵۱]

اس کتاب کے مؤلف جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ یوسف بنوری ٹاؤن کراچی کے فاضل ہیں۔ کتاب کے سرورق پر عنوان کتاب سے پہلے یہ وضاحتی کلمات درج ہیں: ''سو اہم قواعد فقہ مع مآخذ، تشریح اور فقہی

۵۰- نفس مرجع، ۴۔

۵۱- محمد نعمان، **قواعد الفقہ** (کراچی: ادارۃ المعارف، جامعہ دار العلوم ۱۴۳۵ھ / ۲۰۱۴ء)۔

کتابوں سے تفریعات، نیز قواعد فقہ کا تاریخی پس منظر۔ اردو زبان میں پہلی مرتبہ باذوق اہل علم کے لیے انمول تحفہ۔'' اس سے کتاب کا ایک اجمالی تعارف صفحہ اول دیکھنے سے ہی ہو جاتا ہے۔

کتاب مولانا عبد الرزاق زاہد، استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی اور مولانا مفتی انعام الحق قاسمی نائب مفتی جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کی تقاریظ سے مزین ہے۔ دونوں تقریظ نگاروں نے کتاب کو سرسری نظر سے دیکھا ہے۔[۵۲]

مؤخر الذکر نے علم قواعد فقہیہ کا بانی عبد العزیز بن عبد السلام کو قرار دیا ہے، جس سے ان کی مراد **قواعد الأحكام في مصالح الأنام** کے مؤلف امام عزالدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ ہیں مگر خود مؤلف کے بیان کردہ تاریخی پس منظر کی رو سے بھی یہ رائے درست معلوم نہیں ہوتی کہ علم قواعد فقہیہ کے بانی عز بن عبد السلام ہیں۔

تقریظ نگاروں اور مؤلف نے لکھا ہے کہ اردو زبان میں قواعد فقہیہ اور ان کی تفریعات و امثلہ پر یہ پہلی مبسوط کتاب ہے۔[۵۳] مگر ان سطور میں مذکور کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ درست نہیں ہے۔

کتاب کی ابتدا میں قواعد فقہیہ کا تعارف اور تاریخ مختصراً پیش کی گئی ہے۔ مؤلف نے اپنے دیباچے میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ چناں چہ فرماتے ہیں: "کتاب کے شروع میں قواعد فقہیہ کا تاریخی پس منظر کے عنوان سے قواعد فقہ کی مختصراً لیکن جامع تاریخ ذکر کی گئی ہے اور چاروں مکتبہ فکر کے علمائے کرام کی قواعد پر لکھی گئی کتابوں کی نشان دہی اور فقہ حنفی میں قواعد پر لکھی گئی کتابوں کا ترتیب کے ساتھ مختصراً تعارف بھی پیش کیا گیا ہے۔"[۵۴]

یہ کتاب دراصل **مجلة الأحكام العدلية** کے پہلے سو قواعد کا ترجمہ و تشریح ہے۔ مؤلف اپنے دیباچے میں لکھتے ہیں: ''اس کتاب میں ۱۰۰ قواعد فقہیہ کا ذکر ہے اور یہ تمام قواعد **مجلة الأحكام العدلية** سے لیے گئے ہیں۔ قواعد کی ترتیب بھی مجلہ ہی کے اعتبار سے ہے۔''[۵۵]

۵۲- نفس مرجع، ۱۰، ۱۳۔

۵۳- نفس مرجع، ۹، ۱۳، ۱۵۔

۵۴- نفس مرجع، ۱۵- ۱۶۔

۵۵- نفس مرجع، ۱۵۔

ترتیب قواعد تو **مجلة الأحكام العدلية** کے مطابق ہے، مگر **مجلة الأحكام** کا مادہ نمبر ا علم فقہ کے تعارف پر مشتمل ہے، جب کہ اس کتاب میں پہلا قاعدہ الأمور بمقاصدها ہے، جو مجلۃ کا مادہ نمبر ۲ ہے۔ اس کتاب میں الحرج مرفوع کے قاعدے کو **مجلة** کے علاوہ شامل کر کے ۱۰۰ کی تعداد پوری کر دی گئی ہے۔

مؤلف نے قواعد کے ساتھ حوالہ جات کا پورا پورا اہتمام کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ کم از کم دو کتابوں کا حوالہ درج کیا جائے، جن میں ایک تو عموماً **مجلة الأحكام** کا حوالہ ہوتا ہے اور دوسرا اصل مآخذ میں سے کسی ماخذ کا۔ اس سلسلے میں مؤلف اپنے دیباچے میں لکھتے ہیں: ''ہر قاعدے کا بالالتزام دو کتابوں سے حوالہ دیا گیا ہے نیز ہر ممکنہ کوشش رہی کہ قواعد کے مآخذ کو اصل کتابوں سے مراجعت کر کے باحوالہ لکھا جائے۔''[۵۶]

جہاں تک پہلے دعوے کا تعلق ہے، وہ تو درست ہے، مگر دوسرے دعوے کو درست قرار نہیں دیا جاسکتا؛ اس لیے کہ بہت سے قواعد کے ساتھ **مجلة الأحكام** اور شیخ احمد الزرقا کی **شرح القواعد الفقهية** کا حوالہ دیا گیا ہے مگر نہ معلوم کس حکمت کے تحت پوری کتاب میں شیخ احمد الزرقا کا نام لینے سے گریز کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اصل مصدر کا نہیں بلکہ ثانوی مصدر کا حوالہ ہے۔

بہ ہر حال یہ کتاب قواعد فقہیہ کے اردو ادب میں ایک اور اضافہ ہے جب کہ اپنے حلقہ قارئین کے لیے بالکل نئی چیز ہے۔ اسے ادارۃ المعارف کراچی نے معیاری کاغذ پر اعلیٰ طباعت اور خوش نما سرورق کے ساتھ پیش کیا ہے۔

۸- **کلیاتِ شریعت**، جسٹس (ریٹائرڈ) ڈاکٹر تنزیل الرحمن رحمۃ اللہ علیہ[۵۷]

پاکستان میں قانون کو اسلامیانے (Islamization) کرنے کی کوششوں کا جائزہ لیا جائے تو جسٹس تنزیل الرحمن کے ذکر کے بغیر یہ جائزہ نامکمل رہے گا۔ آپ ۱۷/ نومبر ۱۹۹۰ء سے ۱۶/ نومبر ۱۹۹۲ء تک

۵۶- نفسِ مرجع، ۱۶۔

۵۷- تنزیل الرحمن، **کلیات شریعت**۔

وفاقی شرعی عدالت پاکستان کے منصف اعظم یعنی چیف جسٹس رہے۔ نیز آپ اسلامی نظریاتی کونسل کے بھی چیئر مین رہے ہیں۔ ان کی کتاب **مجموعۂ قوانین اسلام** عصر حاضر کی ایک قابل قدر کاوش ہے۔

اسی سلسلے میں انھوں نے کلیاتِ شریعت کے نام سے **مجلة الأحكام العدلية** کے پہلے سو قواعد کا ترجمہ اور ان کی تشریح کی ہے، اس کتاب کا پس منظر خود انھی کی زبانی ملاحظہ ہو:

۱۹۸۰ء میں میرے اسلام آباد میں قیام کے دوران مجھ سے محترم جسٹس محمد افضل ظلہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ شریعت کے قواعد کلیہ (Fundamental Principles) پر کوئی ایسی کتاب ہونی چاہیے جو قواعد کلیہ کی اچھی طرح وضاحت کرتی ہو، جیسے نظریۂ ضرورت کا قاعدۂ کلیہ ہے۔ موصوف نے مزید فرمایا کہ اس سلسلے میں ہمیں انگریزی قانونی ادب میں تو مواد مل جاتا ہے اور ہم اس سے اپنے فیصلوں میں مدد بھی لیتے ہیں، لیکن اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اسلامی قانونی ادب سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں اور کم از کم قانون کا وہ حصہ جو مدوّن (Codified) نہیں ہے، اس میں اسلامی قانونی نظریات کو رہنما بنائیں۔۔۔ میں نے اس ضمن میں موصوف سے حموی اور ابن نجیم کی کتابوں **الأشباه والنظائر** اور **المجلة** کی متعدد شرحوں کا حوالہ دیا تو موصوف نے فرمایا کہ ان کتابوں کے عربی زبان میں ہونے کے سبب پاکستان کا عربی سے ناواقف قانون دان طبقہ ان سے استفادہ نہیں کر سکتا۔ موصوف کی بات دل کو لگی، اور میں نے یہ طے کر لیا کہ بشرط فرصت اس کام کو کرنا ہے۔[۵۸]

کام کی حکمت عملی طے کرنے کے سلسلے میں وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سوال یہ سامنے آیا کہ آیا موضوع سے متعلق حموی یا ابن نجیم کی کتاب **الأشباه والنظائر** کا اردو زبان میں ترجمہ کیا جائے یا اردو زبان میں اس موضوع سے متعلق مستقل تالیف کی جائے۔ میں نے غور وخوض کے بعد فیصلہ کیا کہ شریعت کے قواعد کلیہ پر اردو زبان میں ایک مستقل تالیف مناسب رہے گی، جس میں مباحث کو ذرا تفصیل سے لکھا جائے تاکہ قانون دان حضرات پر قواعد کلیہ سے متعلق اس کے مختلف گوشے واضح ہو جائیں۔ اب اس کے لیے دو واضح راستے تھے: ایک تو یہ تھا کہ شریعت کی تمام کلیات کو جمع کر کے ان سب کی تشریح وتوضیح کی جائے اور دوسرا راستہ یہ تھا کہ صرف **مجلة الأحكام العدلية** میں مذکور قانونی قواعد کلیہ پر اکتفا کیا جائے۔ میں نے دوسرے راستے کا انتخاب کیا اور اس سلسلے میں اپنی اس ناچیز تالیف کو **مجلة الأحكام العدلية** میں مذکور قواعد کلیہ جو دفعات ۱ تا ۱۰۰ پر مشتمل ہیں، کی تشریح وتوضیح تک محدود رکھنے کا فیصلہ کیا۔[۵۹]

۵۸- نفس مرجع، ۱۱۔

۵۹- نفس مرجع، ۱۲۔

اس کے بعد **مجلة الأحکام العدلیة** کا تعارف، پاکستان میں اس کے متعارف ہونے اور اردو زبان میں اس پر ہونے والے کام کا جائزہ لینے کے بعد اس کتاب کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> یہ ناچیز تالیف جیسا کہ میں نے قبل ازیں عرض کیا، **مجلة الأحکام العدلیة** میں بیان کردہ ابتدائی سو دفعات ۱ تا ۱۰۰ جن کی حیثیت شریعت کے مستقل قواعد کلیہ کی ہے، کی تشریح و توضیح پر مشتمل ہے۔ جیسا کہ سطور ما قبل میں عرض کر چکا ہوں، میں نے قواعد کلیہ کا عربی سے اردو ترجمہ براہِ راست کیا ہے جو دراصل میں نے پندرہ بیس سال پہلے کیا تھا۔ (عربی کا نسخہ کارخانہ تجارت کتب ارام باغ، کراچی کا شائع کردہ ہے)۔ اس کتاب کی افادیت میں اضافہ کی خاطر میں نے اردو و عربی کے ساتھ ہی محترم جسٹس کارنیلس صاحب کا کیا ہوا انگریزی ترجمہ بھی دے دیا ہے۔[۶۰]

کتاب کا اندازِ تالیف یہ ہے کہ قاعدہ نمبر درج کرنے کے بعد پہلے اس قاعدے کا سلیس اردو میں مفہوم بیان کرتے ہیں۔ پھر جسٹس کارنیلس کا انگریزی ترجمہ لکھتے ہیں اور پھر **مجلة الأحکام العدلیة** سے اس کے عربی الفاظ نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد قاعدے کی تشریح کرتے ہوئے اس کی مختلف مثالوں سے وضاحت کرتے ہیں۔

عام طور پر انھوں نے قاعدے کا ترجمہ بہترین اردو متبادل کے ساتھ کیا ہے، جس کی وجہ سے اس مقالے میں قواعد کے اردو ترجمے میں اس کتاب سے بڑی مدد لی گئی ہے، مگر کہیں کہیں عبارت سمجھنے میں غلطی کا احساس بھی ہوتا ہے۔ مثلاً پانچ بنیادی قواعد میں سے ایک قاعدہ العادة محکمة میں ان سے بھی وہی غلطی ہوئی ہے جو عام طور پر اردو دان حضرات کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ محکَمة کے لفظ کو حاء کے جزم اور کاف کے زبر کے ساتھ بغیر تشدید کے پڑھ لیتے ہیں یعنی باب افعال سے اسم مفعول کا صیغہ، جس کے معنی پختہ اور جمے ہوئے ہونے کے ہیں۔ چناں چہ انھوں نے اس قاعدے کا ترجمہ ''عادت برقرار رکھی جاتی ہے'' کیا ہے، حالاں کہ اس قاعدے میں لفظ محکّمة حاء اور کاف کے زبر اور کاف کی تشدید کے ساتھ ہے، یعنی باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ، جس کے معنی حَکَم بنایا جانے والا، اور فیصلہ کن ہونے کے ہیں۔ اس لیے قاعدے کا ترجمہ ''عادت فیصلہ کن ہے'' ہونا چاہیے۔

۶۰- نفسِ مرجع۔

کتاب کے آخر میں برومز لیگل میگزمز میں بیان کردہ لاطینی کلیات کو بھی ان کے انگریزی و اردو ترجمہ کے ساتھ بہ طورِ ضمیمہ شامل کر دیا گیا ہے، تاکہ پاکستانی قانون دان جو لاطینی قواعد سے متعارف ہیں، ان کے لیے اس کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہو۔

یہ کتاب حوالہ جات سے خالی ہے جس کی وجہ سے اصل عبارتیں یا مزید تفصیل دیکھنے کے خواہش مند قارئین کو مشکل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ صرف چند ایک مقامات پر حواشی میں وضاحت کے ساتھ حوالہ دیا گیا ہے۔ البتہ مجلۃ الأحکام العدلیۃ اور اس کے انگریزی ترجمے میں متعلقہ قاعدے کے طرف رجوع کرنے کے لیے قاعدے کا نمبر ان کی رہ نمائی کر سکتا ہے۔

مؤلف کو بجا طور پر توقع ہے کہ "پاکستان میں اسلامی قانون کے نفاذ کے سلسلے میں یہ کتاب عدالتوں، وکلا، قانون کے طلبا اور قاضی کورسوں کے زیر تربیت افراد کے لیے ان شاء اللہ خاص طور پر مفید اور کار آمد ثابت ہو گی۔"(۶۱)

۹- قواعد کلیہ اور اُن کا آغاز وارتقاء، ڈاکٹر محمود غازی رحمۃ اللہ علیہ(۶۲)

یہ ایک مختصر مگر جامع رسالہ ہے، جو شاید اردو زبان میں قواعد فقہیہ کے نظری پہلو پر لکھی جانے والی پہلی تحریر ہے۔ اس کے پیش لفظ میں محمد میاں صدیقی لکھتے ہیں:

> اس مقالے کا تعلق ایک ایسے موضوع سے ہے جو مشکل بھی ہے، اور جس پر اہل علم نے لکھا بھی بہت کم ہے۔ موضوع ہے، فقہ کے اصول وکلیات کا، جنھیں فقہا کی زبان میں قواعد کلیہ کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد ایسے رہنما اصول اور ضابطے ہیں جنھیں بنیاد بنا ایک فقیہ پیش آمدہ مسائل کا شرعی حل تلاش کر سکے۔ قواعد کلیہ کو سمجھے بغیر فقہا کے اجتہادی عمل کو سمجھنا خاصا دشوار ہے۔(۶۳)

چوں کہ یہ ایک مختصر رسالہ ہے اس لیے اس میں ابواب وفصول کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی، بلکہ یہاں تک کہ فہرست بھی نہیں دی گئی ہے۔ مختلف عنوانات کے تحت موضوع کو سمیٹا گیا ہے۔ 'قواعد کلیہ کی ابتدا' کے عنوان سے اس علم کا ابتدائی پس منظر بیان کرنے کے بعد چند قواعد بطورِ نمونہ پیش کیے گئے ہیں۔ 'قواعد کلیہ کی تعریف' کے ذیل میں قاعدے کی مختلف تعریفیں نقل کرنے کے ساتھ ساتھ، اصول، قاعدہ، اور

۶۱- نفس مرجع، ۱۴۔

۶۲- محمود احمد غازی، **قواعد کلیہ اور اُن کا آغاز وارتقاء** (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، ۱۹۹۲ء)۔

۶۳- نفس مرجع، ۳۔

ضابطہ کے درمیان فرق بھی بہت عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد 'قواعد کلیہ کی فقہی اور قانونی حیثیت'، 'قواعد کلیہ میں استثناءات' اور 'علم قواعد کی ابتدائی تاریخ' کے عنوانات کے تحت متعلقہ مباحث پیش کیے گئے ہیں۔ آخر میں 'قواعد کلیہ کے موضوع پر کتابیں' کے عنوان سے چاروں مذاہب فقہیہ کی اہم نمائندہ کتابوں کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

قواعد کلیہ (حصہ اول، حصہ دوم- قانون اسلامی:اختصاصی مطالعہ ۲۳، ۲۴) شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۲ء، ۲۰۰۵ء

شریعہ اکیڈمی نے 'قانونِ اسلامی- اختصاصی مطالعہ' کا کورس مرتب کیا۔ اس سلسلے کے آخری دو کتابچے قواعد فقہیہ پر مشتمل ہیں۔ یہ دونوں حصے بھی ڈاکٹر محمود غازیؒ نے تحریر کیے ہیں۔ اس میں ہماری زیر بحث کتاب کو پھیلا کر زیادہ مفید بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کورس کی مناسبت سے اس میں کچھ اضافے کیے گئے ہیں، جن کی تفصیل کتاب کے طبع دوم پر تبصرہ کرتے ہوئے آیندہ سطور میں بیان کی گئی ہے۔

یہ کتابچے اپنے اختصار کے باوجود علم فقہ کے طالب علموں کے لیے کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں تھے۔ مگر ایک عرصے تک مارکیٹ میں نایاب رہے، یہاں تک کہ اپریل ۲۰۱۴ء میں انھیں یک جا کرکے نئے آب وتاب کے ساتھ منظر عام پر لایا گیا۔

۱- قواعد کلیہ اور اُن کا آغاز و ارتقاء، ڈاکٹر محمود غازی رحمۃ اللہ علیہ، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد، طبع دوم (نظر ثانی شدہ، مع اضافات) اپریل ۲۰۱۴ء

اس دوسری اشاعت میں ابتدائی عنوانات اور اُن کا لوازمہ تو وہی ہے، جو پہلی اشاعت میں پیش کیا گیا تھا۔ البتہ بعض حواشی اور حوالہ جات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ قواعد فقہیہ سے متعلق کتابوں کا تذکرہ پہلی اشاعت میں اجمالی سا تھا۔ نئی اشاعت میں عنوانات قائم کرکے اور کچھ اضافے کرکے اس حصے کو مفید بنایا گیا ہے۔ نیز قواعد فقہیہ پر معاصرین کے کام کے حوالے سے بھی ایک اضافی فہرست دی گئی ہے۔

اس اشاعت کا سب سے اہم اضافہ جو ضخامت میں طبع اول کی پوری کتاب سے تین گنا زیادہ ہے، قواعد فقہیہ کا موضوعی مطالعہ ہے۔ اس حصے میں قواعد کے ساتھ مختصر تشریح اور نظائر کی پیش کش نے اس کی افادیت میں بے انتہا اضافہ کیا ہے۔

اس کتاب میں ڈاکٹر محمود غازی رحمۃ اللہ علیہ نے زیادہ تر استاذ مصطفیٰ الزرقا کی کتاب **المدخل الفقهي العام** سے کیا ہے۔ وہ اس کا ذکر **الفقه الإسلامي في ثوبه الجديد** کے نام سے کرتے ہیں، جو اس کتاب کے سلسلے کا نام ہے، مگر اس سلسلے کی دوسری کڑیاں راقم کے علم میں نہیں آسکیں۔

اس کتاب کی اہمیت وافادیت تو مسلم ہے، مگر کہیں کہیں ڈاکٹر غازی رحمۃ اللہ علیہ سے تسامحات بھی ہوئے ہیں، مثلاً علامہ قرافی کی کتاب **الفروق** کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''اس کتاب میں قواعد کی ترتیب فقہی ہے۔''[۶۴] مگر یہ بات درست نہیں ہے۔

'عمومی قواعد' کے تحت اٹھائیس قواعد نقل کیے گئے ہیں۔ 'اصولی قواعد' کے عنوان سے ایسے قواعد کو شامل کیا گیا ہے جو اصل میں تو قواعد اصولیہ ہیں، مگر ان کو قواعد فقہیہ کے زمرے میں بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں بائیس قواعد ذکر کیے گئے ہیں۔ اگلا عنوان 'عبادات سے متعلقہ قواعد' ہے۔ اس ضمن میں چار قواعد درج کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد 'دیوانی معاملات سے متعلقہ قواعد' کے سلسلے میں سترہ قواعد کا تذکرہ ہوا ہے۔ 'فوجداری معاملات سے متعلقہ قواعد' کے ذیل میں چار قواعد پیش کیے گئے ہیں۔ 'ضابطہ شہادت سے متعلقہ قواعد' کے عنوان سے نو قواعد لائے گئے ہیں۔

اس طرح کل چھیاسی قواعد کا ترجمہ تشریح اور مثالیں دی گئی ہیں جو ایک بہت اہم اضافہ ہے۔

ب- تحقیقی مقالات

۱۰- مالی قواعد فقہیہ اور عصر حاضر میں اُن کی تطبیق، ڈاکٹر نسیم محمود[۶۵]

محقق نے اپنے مقالے کو چھے ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا باب قواعد فقہیہ کا تعارف و تاریخ کے عنوان سے ہے۔ اس باب کو تین فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی فصل میں قاعدہ، مال اور فقہ کا مفہوم واضح کیا گیا ہے۔ دوسری فصل میں قواعد فقہیہ کی اقسام بیان کی گئی ہیں، جب کہ تیسری فصل میں قواعد فقہیہ کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۶۴- نفس مرجع، ۵۴۔

۶۵- نسیم محمود، **مالی قواعد فقہیہ اور عصر حاضر میں اُن کی تطبیق**، مقالہ برائے پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ، زیر نگرانی ڈاکٹر محمد سعد صدیقی، شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب، ۲۰۰۵ء (مخطوط)۔

دوسرے باب میں قواعد فقہیہ کے مآخذ، حجیت اور درجہ بندی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں قواعد فقہیہ کے مآخذ ومراجع کو زیر بحث لایا گیا ہے، دوسری فصل میں قواعد فقہیہ کی حجیت بیان کی گئی ہے، جب کہ تیسری فصل میں قواعد فقہیہ کی درجہ بندی کی گئی ہے۔

باب سوم کسب وصرف وتحفظِ مال سے متعلق قواعد فقہیہ پر مشتمل ہے۔ اس باب میں بھی تین فصلیں ہیں۔ فصل اول کسب مال سے متعلق قواعد فقہیہ، فصل دوم صرف مال سے متعلق قواعد فقہیہ، اور فصل سوم تحفظ مال سے متعلق قواعد فقہیہ سے بحث کرتی ہیں۔

باب چہارم صدقات، خراج وجزیہ اور ٹیکسوں سے متعلق قواعد فقہیہ کے بیان میں ہے۔ یہ باب بھی تین ہی فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں صدقات سے متعلق قواعد فقہیہ، دوسری فصل میں خراج اور جزیہ سے متعلق قواعد فقہیہ اور تیسری فصل میں ٹیکس سے متعلق قواعد فقہیہ پر بحث کی گئی ہے۔ چوتھی فصل عصر حاضر میں نظامِ ٹیکس اور قواعد فقہیہ کی تطبیق پر مشتمل ہے۔

باب پنجم تجارت سے متعلق قواعد فقہیہ اور ان کی تطبیقات کے موضوع پر ہے۔ اس باب کو بھی تین فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی فصل خرید وفروخت سے متعلق قواعد فقہیہ سے بحث کرتی ہے۔ دوسری فصل میں متعلقات تجارت کا جائزہ لیا گیا ہے۔ جب کہ تیسری فصل میں شراکت ومضاربت سے متعلق قواعد فقہیہ کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

باب ششم مالی قواعد فقہیہ اور نظامِ بینکاری کے عنوان سے ہے۔ یہ باب بھی تین فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں موجودہ نظام بینکاری کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ دوسری فصل میں اسلامی امورِ مالیہ اور جدید نظامِ بینکاری کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔ تیسری فصل میں اسلامی مالی قواعد فقہیہ کی جدید نظامِ بینکاری میں تطبیق کی گئی ہے۔

یہ مقالہ عصر حاضر کے ایک اہم موضوع سے بحث کرتا ہے۔ اردو زبان میں ایک موضوع پر قواعد فقہیہ کا یہ پہلا مطالعہ ہے۔

۱۱- عائلی زندگی سے متعلق قواعد فقہیہ اور عصر حاضر میں ان کا اطلاق، گل زادہ شیر پاؤ[۲۶]

۲۶- گل زادہ شیر پاؤ، **عائلی زندگی سے متعلق قواعد فقہیہ اور عصر حاضر میں ان کا اطلاق**، مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ، زیر نگرانی پروفیسر ڈاکٹر شبیر احمد منصوری، ۲۰۰۷ء (مخطوط)۔

راقم کو اپنے ایم فل کے کورس کے دوران پروفیسر ڈاکٹر محمد سعد صدیقی کی نگرانی میں ہونے والے درج بالا کام کا علم ہوا تو اس کی پیروی میں عائلی زندگی سے متعلق قواعد فقہیہ پر کام کا خطہ پیش کیا، جو منظور کر لیا گیا۔ راقم نے پروفیسر ڈاکٹر شبیر احمد منصوری کی نگرانی میں مقالہ لکھا۔ جو چار ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلے باب میں قواعد فقہیہ کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ اس باب کی چار فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں قواعد فقہیہ کی تعریف کے سلسلے میں مختلف اقوال پیش کر کے ان کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ دوسری فصل میں قواعد فقہیہ کے آغاز وارتقا پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تیسری فصل قواعد فقہیہ کی اہمیت وضرورت سے بحث کرتی ہے، جب کہ چوتھی فصل میں قواعد فقہیہ کی اقسام بیان کی گئی ہیں۔

دوسرے باب میں اسلام کے عائلی احکام کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کو علامہ وہبہ الزحیلی کی ترتیب کے مطابق تین فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی فصل میں خاندان کے انعقاد پر بحث کی گئی ہے، جس میں نکاح کی اہمیت وضرورت اور پیغام نکاح کے احکام پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دوسری فصل خاندان کے استحکام سے متعلق امور پر مشتمل ہے۔ اس میں کفاءت، مہر اور میاں بیوی کے حقوق وفرائض کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ تیسری فصل میں خاندان کے انحلال کا موضوع زیر بحث لایا گیا ہے۔ اس میں طلاق، خلع، عدالتی تفریق، ایلاء، ظہار اور عدت کے بارے میں اظہار خیال کیا گیا ہے۔

تیسرا باب موضوع سے متعلق قواعد فقہیہ کی تشریح پر مشتمل ہے۔ اس میں دو فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں پانچ بنیادی قواعد اور ان کی فروع کی تشریح کی گئی ہے۔ دوسری فصل میں بنیادی قواعد کے علاوہ دیگر قواعد اور ان میں سے بعض فروع کی تشریح کی گئی ہے۔ اس میں قواعد کے لیے جو عنوانات دیے گئے ہیں وہ قابل توجہ اور قابل تعریف ہیں۔

چوتھے باب میں عائلی زندگی پر قواعد فقہیہ کے اطلاق کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ باب دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں نکاح اور اس کے متعلقات جیسے مہر اور نفقہ وغیرہ پر قواعد فقہیہ کی تطبیق کی گئی ہے۔ دوسری فصل میں طلاق اور اس کے متعلقات جیسے خلع، تفریق اور عدت وغیرہ پر قواعد فقہیہ کا اطلاق کیا گیا ہے۔

آخر میں خلاصہ بحث اور چار قسم کی فہارس دی گئی ہیں۔ جن میں فہرست آیات، فہرست احادیث، فہرست قواعد اور فہرست مصادر ومراجع شامل ہیں۔

یہ اردو زبان میں کسی خاص موضوع پر قواعد فقہیہ کو جمع کرنے کی ایک اور کوشش ہے، جس کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ قارئین کرام ہی لگا سکتے ہیں۔

ج- ضمنی مباحث

۱۲- **اسلامی قانون کا نظریہ مصلحت**، سید عبد الرحمن بخاری[۶۷]

شعبۂ تحقیق، قائد اعظم لائبریری، لاہور، طبع اول جنوری ۱۹۹۰ء

اس کتاب کا موضوع بہت وسیع ہے۔ بہ ظاہر لگتا ہے کہ اس میں اصولِ فقہ کے مباحث میں سے استصلاح یا مصلحت مرسلہ کی تشریح کی گئی ہے، مگر مؤلف کا نقطۂ نظر اس سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ چناں چہ انھوں نے استصلاح کو باب سوم (اسلامی قانون کے مصلحی مصادر) کی پہلی فصل (استدلال مصلحی اور اس کی انواع) کے ایک نکتے کے طور پر زیر بحث لایا ہے۔

اسی باب سوم کی تیسری فصل (قاعدۂ رخصت واستثنا اور اس کی تفریعات) کے تحت قاعدۂ فقہیہ کا تعارف بھی پیش کیا ہے۔ مؤلف نے قواعد فقہیہ کی تعریف قاعدۂ فقہیہ اور قاعدۂ اصولیہ میں فرق اور قواعدِ فقہیہ کی اہمیت افادیت پر بہت عالمانہ گفتگو کی ہے۔ پھر اپنے موضوع کے لحاظ سے تین عنوانات (قواعد رفع حرج ومشقت، قاعدہ ضرورت وحاجت اور قواعد دفع ضرر وفساد) کے تحت کچھ قواعد فقہیہ ذکر کیے ہیں اور ان کی عمدہ اور مفصل تشریح کی ہے۔

آگے باب چہارم (مصلحت اور تغیر احکام) میں 'اصولی قواعد' کے زیر عنوان 'جامع نظریات'، 'قواعد کلیہ' اور 'عمومی ضوابط' مختصر ذکر کیا ہے۔ قواعد فقہیہ اور قواعد اصولیہ کی یہ بحث سو سے زائد صفحات پر محیط ہے۔ اس طرح یہ کتاب اُردو زبان میں قواعد فقہیہ کے موضوع پر ایک اہم ماخذ کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔

۱۴- **تلخیص اصول الشاشی مع قواعد فقہیہ**[۶۸]

یہ کتاب بنیادی طور پر تو اصول فقہ حنفی کی کتاب **أصول الشاشي** کی تلخیص ہے، جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، مگر آخر میں قواعد فقہیہ بھی دیے گئے ہیں جس کے بارے میں دیباچے میں صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ

۶۷- سید عبد الرحمن بخاری، **اسلامی قانون کا نظریہ مصلحت**، (لاہور: شعبۂ تحقیق، قائد اعظم لائبریری، جنوری ۱۹۹۰ء)۔

۶۸- نامعلوم مصنف، **تلخیص اصول الشاشی مع قواعد فقہیہ** (کراچی: مجلس المدینۃ العلمیہ، ۲۰۰۹ء)۔

''تلخیص اصول الشاشی کے آخر میں علمائے اہلسنت کی کتب سے ماخوذ کچھ مزید اصول بھی ذکر کیے ہیں تاکہ طالب علم کو اصول فقہ کی مزید مشق کا موقع ملے۔''[۶۹] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف (جس کا نام شاید کسر نفسی کی بنا پر خفیہ رکھا گیا ہے) کے ذہن میں قواعد فقہیہ کا تصور واضح نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ قواعد فقہیہ کو بھی اصول فقہ ہی سمجھتے ہیں۔

قواعد فقہیہ والے حصے میں تمہید کے طور پر اس حصے کا تعارف ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

کسی بھی فن میں مہارت تامہ اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب اس فن کے قواعد کو اچھی طرح سمجھ کر ازبر کرلیا جائے۔ ورنہ اس فن سے کماحقہ' فوائد حاصل نہیں کیے جاسکتے۔ علمائے کرام نے کثیر فقہی جزئیات میں تتبع کرکے بطورِ استقرا بہت سے قواعد مقرر فرمائے ہیں جن کو صحیح طور پر استعمال کرکے ایسے بہت سے مسائل کا حل معلوم کیا جاسکتا ہے جو یاتو نوپید ہیں یا ان کی صراحت نہیں ملتی۔[۷۰]

پھر اٹھائیس قواعد فقہ، ان کا ترجمہ اور مختصر تشریح مع امثلہ **مجموعة قواعد الفقه** سے نقل کیے گئے ہیں جس کے مصنف کا نام نہیں لیا گیا، غالباً اس سے مراد مفتی عمیم الاحسان کی کتاب ہوگی۔ کہیں کہیں اصل مصادر کے حوالے بھی ساتھ دے دیے گئے ہیں جو ظاہر ہے مجموعة قواعد الفقه سے لیے گئے ہیں۔ بعض جگہ حوالے کے طور پر 'کتب عامہ' کا لفظ درج کر دیا گیا ہے۔

اس کتاب میں ایک خاص مسلکی پس منظر کا عکس نمایاں ہے۔ بہ حیثیت مجموعی اس کتاب کا قواعد فقہیہ میں کوئی نمایاں مقام نہیں بنتا؛ چناں چہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب بھی اپنے حلقۂ قارئین کے لیے لکھی گئی اور اسی کے لیے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

۱۵- قانون نظریۂ ضرورت اور اصول افتا، مفتی محمد اشفاق بشیر[۷۱]

یہ کتاب وقت اور حالات کے تناظر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں کوئی باب یا فصل قائم نہیں کی گئی۔ ابتدا میں وقت کے قومی اور عالمی حالات کا تذکرہ کرکے ان کا سامنا کرنے کے لیے راہ نمائی دی گئی ہے۔ پھر کسی منطقی ترتیب کے بغیر قاعدہ، ضرر، اضطرار، حاجت، مشقت، حرج اور عموم البلویٰ وغیرہ کے قواعد بیان

۶۹- نفس مصدر، ۱۰۔

۷۰- نفس مرجع، ۱۱۳۔

۷۱- مفتی محمد اشفاق بشیر، **قانون نظریۂ ضرورت اور اصول افتا** (لاہور: مکتبہ الحسن اردو بازار، ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۶ء)۔

کیے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ فقہ کے دیگر مختلف موضوعات جیسے اہلیت اور شرعی حیلے بھی زیر بحث لائے گئے ہیں۔ آخر میں عرف کا قاعدہ بیان کرکے شریعت کے مآخذ اور اجتہاد کے موضوعات پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔

کتاب کے حصہ دوم (ص۲۳۳سے آگے) میں افتا اور اصولِ افتا کا بیان ہے، مگر حصۂ اول کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔

کتاب کے آخر میں طبقات فقہا اور فقہی کتابوں کا تعارف دیا گیا ہے۔

یہ کتاب فقہ اور افتا سے متعلق گوناگوں مسائل کا ذخیرہ ہے، مگر کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس کو خوب صورت انداز میں تدوین کیا جاتا۔

خلاصۂ بحث

اس مضمون میں قواعد فقہیہ پر اردو میں ہونے والے کام کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس پر مختلف پہلوؤں کے لحاظ سے پندرہ کتابوں کا تذکرہ ہوا ہے۔ ان میں بعض کتابیں مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام کی لکھی ہوئی ہیں، جب کہ بعض مؤلفین کا تعلق شعبۂ قانون کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ مضمون کے شروع میں بتایا گیا ہے کہ یہ ایک دل چسپ اور مفید علم ہے۔ اس کی طرف فقہ اور قانون کے طالب علموں کو بھرپور توجہ دینے کی ضرورت ہے، تاکہ وہ اپنے وقت کے علمی چیلنجز کا جواب دینے کے لیے قانونِ اسلامی کے اصولوں سے پوری طرف واقف ہوں۔

❀❀❀❀❀❀